مولانا مناظر احسن گیلانی رحمۃ اللہ علیہ

اور

''تدوینِ حدیث''

﴿۲﴾

سید عزیز الرحمٰن

''تدوینِ حدیث''

مولانا مناظر احسن گیلانی کی معرکہ آرا کتاب ''تدوین حدیث'' ہے۔ یہ کتاب بنیادی طور پر تو تدوین حدیث کی تاریخ، اس کے پس منظر، کتابتِ حدیث اور حجیت حدیث کے مباحث پر مشتمل ہے، مگر مولانا مناظر احسن گیلانی کا قلم کسی ایک مقام پر رک جانے، کسی موضوع تک محدود ہو جانے یا معلومات کی فراہمی میں بخل کا قائل نہیں، اس لئے زیر بحث موضوع کے ساتھ ساتھ دیگر موضوعات بھی چلتے ہیں، جو اصل موضوع سے بہ راہ راست متعلق بھی ہوتے ہیں، اور اپنی علیحدہ حیثیت میں بھی ممتاز ہوتے ہیں۔ بعض اوقات ایسے موضوعات بھی کتاب میں در آتے ہیں جو اصل موضوع کے لازمے کی حیثیت رکھتے ہیں، یہ کتاب بھی ان خصوصیات سے پُر ہے۔

یہ کتاب سب سے پہلے مجلسِ علمی کراچی سے شائع ہوئی تھی، بل کہ یہ کتاب اس کے سلسلۂ مطبوعات کی پہلی کڑی تھی۔ (۱) اس کے بعد اسے مکتبہ اسحاقیہ نے شائع کیا، اب حال ہی میں یہ مزید دو اداروں سے شائع ہوئی ہے، ایک مکتبۃ العلم، اردو بازار، لاہور سے اور دوسرے مجلس نشریاتِ اسلام، کراچی سے۔ راقم کے زیر مطالعہ مکتبۃ العلم اور مکتبہ اسحاقیہ والے نسخے ہیں۔ اس

مضمون میں ان ہی کے حوالے دیئے گئے ہیں۔

مجلس علمی سے یہ کتاب ۱۹۶۵ء میں شائع ہوئی تھی، یہ اس کی ہندو پاک میں پہلی اشاعت تھی، اس اشاعت کے لئے مجلس علمی کے مولانا محمد طاسین رحمۃ اللہ علیہ کی خاص تحریک اور ذاتی توجہ اہم محرک بنی تھی (۲) اس کتاب کے عرض ناشر میں ادارۂ مجلس علمی نے وجہ اشاعت بیان کرتے ہوئے لکھا تھا:

انکارِ حدیث کے فتنے کی مضرت کا احساس بہت سے اہل علم وفکر کو ہوا، اور اللہ تعالیٰ ان کی مساعی کو مشکور فرمائے کہ بہت سے علما نے منکرین حدیث کے پیدا کردہ شکوک وشبہات کے مدلل اور مسکت جواب دیئے۔ لیکن ایک بات کی کمی پھر بھی رہی، وہ یہ کہ فتنہ جس قلم سے پھیلایا جارہا تھا وہ جدید طرزِ نگارش اور جدید زاویہ فکر کے مطابق چل رہا تھا اس لئے اس کا سحر زیادہ تھا اور جواب جس قلم سے دیا گیا وہ جدید طرزِ انشا اور جدید ذہنی بناوٹ سے ناآشنا تھا۔ نتیجہ یہ کہ جواب کی اصابت کے باوجود اثر انگیزی کم ہی رہی۔

مجلسِ علمی جس کا مطمع نظر ہمیشہ سے اسلام کے داخلی اور خارجی فتنوں کی علمی مدافعت رہا ہے، اس فکر میں تھی کہ فتنہ انکارِ حدیث کا رد کسی ایسی ہستی کے زبان وقلم سے ہو جو جدید وقدیم کا سنگم ہو۔ ہماری مجلس کے مالک مولانا محمد میاں صاحب لائقِ صد مبارک باد ہیں کہ ان کا ذہن حضرت علامہ سید مناظر احسن گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منتقل ہوا۔ جنہوں نے خالص علمی نقطہ نظر سے اس موضوع پر قلم اٹھایا تھا اور آج سے کئی برس پہلے چار محاضرات خاص ''تدوین حدیث'' کے موضوع ہی پر جامعہ عثمانیہ کے توسیعی لیکچرز کی صورت میں پیش فرمائے تھے۔ حضرت گیلانی قدس سرہ چوں کہ ایک جدید عالم اور ساتھ ہی جدید علمی دنیا سے بھی پورے باخبر تھے اس لئے ان کے علمی افادات کا رنگ اور اثر عام علما سے کہیں زیادہ ممتاز ہے۔ ان کی وسعتِ معلومات اور ژرف نگاہی، ان کا طریقہ استدلال اور سحر نگاری اپنے مخاطب کے ذہن وفکر پر اثر انداز ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی۔ اسی لئے ہم کو قوی امید ہے کہ حضرت گیلانیؒ کی یہ کاوش فتنہ انکارِ حدیث کے قلع قمع کرنے میں مؤثر ترین ثابت ہوگی۔ (۳)

اس کتاب کی تدوین مولوی غلام محمد صاحب (عثمانیہ) کے ہاتھ سے ہوئی تھی، کتاب کی اشاعت اول میں اور پھر مکتبہ اسحاقیہ والی اشاعت بھی ان کے ہاتھ سے ایک مختصر تحریر کل من علیھا فان کے عنوان سے شامل ہے اس میں لکھتے ہیں:

> مولانا مناظر احسن گیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب کا مسودہ تدوین واشاعت کے لئے مجھے ارسال فرمایا تھا۔(۴)

نیز انہوں نے مولانا موصوف اپنے نام ایک خط کا اقتباس بھی دیا ہے، جس میں مولانا مناظر احسن گیلانی ان کے نام لکھتے ہیں:

> میری غرض یہ ہے کہ آپ کی علمی امداد ان محاضرات کی اشاعت وطباعت میں رہے، ترتیبِ صوری کا کلی اختیار آپ کے سپرد کرتا ہوں، آپ کے اختیارِ تمیزی پر مجھے بھروسہ ہے۔ اسی طرح عنوانات کے سلسلے میں بھی آپ کو اختیار دیتا ہوں۔ سورۂ کہف پر آپ نے جو عنوانات قائم کئے تھے، ان ہی کو دیکھ کر میرے حسنِ ظن میں اضافہ ہوگیا، اب آپ جانیں اور مولانا طاسین صاحب، اپنا جو حال ہے اس کو دیکھتے ہوئے اس کی توقع مشکل ہی سے کرسکتا ہوں کہ خاکی آنکھوں سے اس کتاب کو مطبوعہ شکل میں دیکھنے کی مہلت مل جائے گی، وقت زیادہ دور نہیں معلوم ہوتا۔(۵)

کتاب کی مرتبہ فہرست جب مؤلف کی خدمت میں ارسال کی گئی تو انہوں نے ''شاباشی'' کے طور پر یہ خط پھر غلام محمد صاحب کے نام ارسال فرمایا:

> ایک ہفتے سے زیادہ مدت گزری کہ آپ کا وہ کارنامہ میرے پیش نظر ہے جو شاید آپ کے سوا کسی اور سے بن پڑنا آسان نہ تھا۔ ''متابعات'' کے بعد ''شواہد'' بس ایک لفظ قابل ترمیم نظر آیا۔ آپ جو حدیث کے طالب علم نہیں ہیں، حیرت ہوتی ہے کہ اتنی کامیاب فہرست کیسے بنالی جو ہمارے عام مولویوں کے لئے بھی آسان نہ تھی۔(٦)

کتاب کا نیا ایڈیشن اور تیسری اشاعت مکتبۃ العلم لاہور کی جانب سے حال ہی میں سامنے آئی ہے، اس کے آغاز میں جناب ڈاکٹر سفیر اختر کا مبسوط مقالہ بہ طور مقدمہ شامل ہے، یہ اشاعت سابقہ دونوں اشاعتوں سے بہتر اور طباعت کے اعتبار سے تمام اشاعتوں سے عمدہ ہے۔

اپنے مقالے میں ڈاکٹر سفیر اختر نے مولانا کے حالات کے علاوہ ان کی کتب کا تعارف پیش

کیا ہے اور چوں کہ یہ مقالہ خاص اس کتاب کے لئے تحریر نہیں کیا گیا تھا، (۷) اس لئے اس میں قدرتی طور پر "تدوین حدیث" سے کم ہی اعتنا کیا گیا ہے، اور لگ بھگ پون صفحے پر اس کا تعارف دیا گیا ہے۔

مولانا سید مناظر احسن گیلانی کی یہ کتاب، ان کی دیگر کتب کی طرح کوئی ایسی کتاب نہیں جس کی پہلے سے منصوبہ بندی کی گئی ہو، بل کہ آپ حدیث اور مقامِ حدیث پر ایک سلسلۂ محاضرات (لیکچرز) شروع کیا تھا۔ جو جامعہ عثمانیہ میں توسیعی خدمات کی شکل میں دیئے گئے تھے (۸) پھر اس سلسلے کے ابتدائی دو لیکچر جامعہ عثمانیہ کے تحقیقی مجلّے میں شائع ہوئے، تیسرا لیکچر حیدرآباد اکیڈمی کے مجلّے میں شائع ہوا۔ بعد ازاں یہ لیکچر ماہنامہ "معارف" (اعظم گڑھ) اور دوسرے جرائد میں بھی نقل ہوئے۔ (۹) ان لیکچروں کی افادیت کے پیشِ نظر ناشرین نے انہیں کتابی شکل میں بھی شائع کیا۔ (۱۰) مگر یہ اشاعت مناسب انداز سے شائع نہ ہوسکی، اس کے بارے میں مولانا گیلانی نے ایک نجی خط میں لکھا ہے:

> تدوین حدیث کا یہ بالکل ابتدائی حصہ یک پرچے میں شائع ہوا تھا۔ ایک صاحب نے اشاعت کی اجازت چاہی، میں نے کارِ خیر خیال کر کے اجازت دے دی۔ اب انہوں نے اس کے ساتھ یہ سلوک کیا ہے تو آپ ہی بتائیں کہ اس میں فقیر کا کیا قصور ہے۔ کتاب ان شاء اللہ تین چار سو صفحات پر ختم ہوگی۔ ابھی مکمل نہیں ہوئی۔ دوسرے کام درمیان میں آجاتے ہیں۔ (۱۱)

شاید یہی وجہ ہے کہ مولانا گیلانی اس قدر جامع کتاب لکھنے کہ باوجود اس سے پوری طرح مطمئن نہیں تھے، بل کہ بعض مزید موضوعات کا احاطہ کرنا چاہتے تھے، اپنے ایک خط میں لکھتے ہیں:

> اسماء الرجال کے فن پر افسوس کہ نہ لکھ سکا، ایک محاضرہ اس کے لئے ضروری تھا معلومات فراہم شدہ ہیں لیکن ترتیب کون دے؟ بندے کے لئے تو ان چند سطروں کا لکھنا بھی دشوار ہے۔ (۱۲)

اسی بنا پر کتاب کا اختتام کرتے ہوئے مولانا گیلانی نے یہ الفاظ بھی تحریر کئے تھے:

> اس نئے فن کا الہام مسلمانوں کو کیسے ہوا، کن بزرگوں کا ذہن تحقیق کے اس نئے طریقے کی طرف شروع میں منتقل ہوا اور بتدریج تکمیل کے مدارج تک مسلمانوں کا یہ نیا ایجاد کردہ فن کب اور کیسے پہنچا۔ اس فن سے کام لینے کا صحیح طریقہ کیا ہے، یہ اور

اسی قسم کے سارے متعلقہ مباحث کے لئے آئندہ باب کا انتظار کرنا چاہئے۔(۱۳)

لیکن افسوس کہ زندگی نے وفا نہ کی اور یہ باب تشنہ تکمیل ہی رہا، اگر یہ باب بھی مولانا گیلانی کے قلم سے زیب قرطاس ہو جاتا تو قیاس کیا جاسکتا ہے کہ یقیناً وہ بھی خاصے کی چیز ہوتی۔ اگرچہ دیکھا جائے تو اسماء الرجال کے حوالے سے بھی اس کتاب میں مباحث جابہ جا بکھرے ہوئے ہیں۔ بات صرف اسی قدر ہے کہ خاص اس موضوع پر کوئی باب کتاب میں موجود نہیں ہے، گو کہ تدوین حدیث کے نفس مضمون سے یہ باب بہ راہ راست متعلق بھی نہیں ہے۔

اس کتاب کے بارے میں مولانا عبدالماجد دریابادی کا تبصرہ کتاب کی اہمیت کو صحیح معنی میں اجاگر کرتا ہے تبصرہ قدرے طویل ہے اس کا صرف ایک اقتباس ملاحظہ کیجئے۔

> فاضل گرامی نے اس عنوان پر چار مفصل محاضرے یا مقالے عرصہ ہوا تحریر فرمائے تھے، اور وہ کچھ تھوڑے بہت بعض رسالوں میں چھپ بھی گئے تھے۔ ادارہ مجلس علمی قابل صد تبریک وتہنیت ہے کہ اس نے اس علمی خزانے کو برآمد کر کے مکمل صورت میں شائع کر دیا۔ اور بہترین خیر اور داد کے مستحق مولوی شاہ غلام محمد بی اے حیدرآبادی ثم کراچوی ہیں جنھوں نے کتاب کی ترتیب وتہذیب کے جملہ فرائض انجام دیئے اور شروع میں ایک خوب مفصل جامع اور بصیرت افروز فہرست مضامین کا اضافہ کر دیا۔ مباحث ومضامین کے لحاظ سے کتاب کا تعارف سرورق پر دیا گیا ہے کہ اس میں حدیث کی شرعی حقیقت حدیث کی دینی اہمیت وضرورت، اس کی تدوین وحفاظت اور اس کے معیار رد وقبول کے متعلق جملہ مباحث پر نہایت حقیقی وتفصیلی روشنی ڈالی گئی ہے۔ نیز ان شکوک وشبہات کا نہایت اطمینان بخش جواب دیا گیا ہے جن کی وجہ سے بعض لوگ حجیت حدیث کا انکار کرنے لگتے ہیں۔(۱۴)

مولانا مناظر احسن گیلانی کی یہ کتاب اپنے موضوع پر تمام متعلقہ پہلوؤں کا احاطہ کرنے کے ساتھ ساتھ نئے اسالیبِ استدلال سے بھی قارئین کو متعارف کرواتی ہے۔ مثال کی طور پر حدیث کی تدوین اور اس کے اصل شکل میں محفوظ ہونے پر حفظ حدیث اور تدریس حدیث سے بھی استدلال کیا ہے۔ متابعات اور شواہد کی بحث کے بعد صحابۂ کرام کی حدیث کے ساتھ وابستگی کے بارے میں تفصیل کے ساتھ بحث کی ہے اور ایسے دسیوں واقعات بیان کئے ہیں، جن کی روشنی میں یہ باور کرنا آسان ہو جاتا ہے کہ اس عہد میں علوم حدیث سے وابستگی ہر ایک کے لئے انتہائی ناگزیر

ہو چکی تھی، اور درس وتدریسِ حدیث کے سیکڑوں نہیں ہزاروں حلقے پوری ریاستِ اسلامی میں چپے چپے پر قائم تھے۔(۱۵)

تدوین وکتابت حدیث کے حوالے سے ایک مغالطہ یہ بھی پیش کیا جاتا ہے کہ احادیث کی تعداد بعض روایات میں لاکھوں سے متجاوز قرار دی جاتی ہے، تو آخر وہ روایات کہاں ہیں؟ اس نکتے کو مولانا نے تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے، اور بتایا کے محدثین کی اصطلاح کے مطابق لاکھوں روایات سے مراد ان روایات کے طرق اور اسانید ہیں، ورنہ درحقیقت روایات کی تعداد ہزاروں سے زیادہ نہیں۔(۱۶)

عہد صحابہ کسے کہتے ہیں، اور اس کی صحیح مدت کیا ہوسکتی ہے، یہ سوال بھی تدوین حدیث سے بہ راہ راست متعلق نہیں مگر اس سوال کی اہمیت کے سبب مولانا کا قلم اسے بھی نظر انداز نہیں کرتا، اور پوری وضاحت کے ساتھ اس سوال کا جائزہ لیتا ہے۔(۱۷)

سلسلۂ تدوین حدیث وحفاظت حدیث کو مشکوک بنانے کے لئے جن عنوانات کا سہارا لیا جاتا ہے، ان میں محدثین کے حافظے کے بارے میں شبہات کا پیدا کرنا بھی ہے۔ مولانا نے اس عنوان پر تفصیل سے بحث کی ہے، اور ان کا اسلوب استدلال یہاں بھی نئی راہیں تراشتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ مثال کے طور پر مولانا مناظر احسن گیلانی محدثین کے حافظے کو ثابت کرنے کے لئے یہ بھی بتاتے ہیں کہ اس سلسلے میں دوسرے مذاہب کے روایات بھی ہمارے سامنے موجود ہیں، جن سے اس غیر معمولی قوت حفظ کا ثبوت ملتا ہے۔ مولانا لکھتے ہیں:

> میں خود اپنے ذمے داری پر تو نہیں کہہ سکتا لیکن ہندیات کے مشہور محقق ابوریحان بیرونی کے حوالے سے یہ بات جو نقل کی گئی ہے کہ جس زمانے میں بیرونی ہندوستان آیا تھا اس کا بیان ہے کہ اس کی آمد سے کچھ دن پیشتر ایک کشمیری پنڈت نے پہلے پہل ویدوں کو کتابی قالب عطا کیا تھا، ورنہ اس سے پہلے ویدوں کا سارا دار و مدار ان پنڈتوں کے حافظے پر تھا، جو نسلاً بعد نسلٍ اس کے اشلوکوں کو زبانی یاد کرتے چلے آرہے تھے۔
>
> اس کشمیری پنڈت سے پہلے زبانی یادداشت کی شکل میں وید کتنے زمانے تک رہی؟ اس سوال کے جواب میں خود وید کے ماننے والے ہندوں کی جس طویل قطار کو پیش کرتے ہیں ہم لاہوتی ریاضات کا انہیں ہندسی رمز قرار دیتے ہوئے اور ان کے

سمجھنے سے معذوری کا اقرار کرتے ہوئے اسی کو اگر صحیح مان لیں جو آج کل کے مغربی مستشرقین کہتے ہیں یعنی ویدوں کے ظہور کے ابتدائی زمانے کو متعین کرتے ہوئے یورپ کے ارباب تحقیق کا جو یہ خیال ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی ولادت سے گیارہ بارہ سو سال آگے وید کی تاریخ نہیں بڑھتی، جب بھی البیرونی کی مذکورہ بالا شہادت کا مطلب کیا ہوا؟ ہم جانتے ہیں کہ البرونی گیارہویں صدی عیسوی کے ابتدائی سالوں میں یعنی ۱۰۳۰ء میں ہندوستان پہنچا تھا، اس لحاظ سے مستشرقین کی تحقیق کی بنیاد پر گویا یہ ماننا پڑے گا۔کہ کم از کم دو ہزار سال تک ہندو دھرم کی یہ بنیادی کتاب کاغذ اور سیاہی، قلم و دوات کی منت کشی سے آزاد رہی ہے۔(۱۸)

مولانا مناظر احسن گیلانی نے اس موضوع پر طویل بحث کے بعد اس نقطے پر بھی بحث کی ہے کہ حدیث کا سارا دارومدار قوتِ حافظہ ہی پر نہیں ہے۔(۱۹)

ضمناً مولانا اس امر سے بھی بحث کرتے ہیں کے قرن اولی میں علم کے معنیٰ ہی حدیث کے تھے۔مولانا لکھتے ہیں:

کسی قوم اور امت میں جس علم نے اتنا وزن حاصل کرلیا ہو جس کا تھوڑا بہت اندازہ مذکورہ بالا چند واقعات سے ہوسکتا ہے، بل کہ جہاں تک لوگوں کے بیان سے معلوم ہوتا ہے، اس زمانے میں مطلق ''علم'' کا لفظ جب بولا جاتا تھا تو اس سے مقصود وہی جدید علم ہوتا تھا جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے سے مسلمانوں میں پہنچا تھا۔ابن سعد نے عطا ابن ابی رباح کے حال میں لکھا ہے کہ ابن جریج کہتے تھے:

کان عطاء اذا حدث بشیء قلت علم او رأی فان کان اثراً قال علم وان کان رأیا قال رأی (۲۰)

عطا جب کوئی روایت بیان کرتے تو میں پوچھتا کہ علم ہے یا رائے (ہے) اگر حدیث ہوتی تو کہتے کہ علم ہے اور رائے ہوتی یعنی علما کے پیدا کئے ہوئے استنباطی نتائج سے اگر اس کا تعلق ہوتا تو کہتے کہ رائے ہے۔(۲۱)

اس کے ساتھ ساتھ مولانا گیلانی اصول علم کے لئے مسلمان علما کے جانب سے دی گئیں مالی ...انیوں کا ذکر بھی تفصیل کے ساتھ کرتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ علما نے اس ضمن میں کس قدر ...نت سے کام لیا ہے اور کس قدر جفاکشی کی زندگی بسر کی ہے۔(۲۲)

مولانا کا قلم ضمنی مباحث خوب بیان کرتا ہے، اور کسی ضمنی مبحث کو بھی تشنہ چھوڑنے کا قائل نہیں، تدوین حدیث کے ذیل میں وہ مسئلہ غلامی سے بھی اعتنا کرتے ہیں، اور اس مسئلے پر اس کی جزئیات کے ساتھ روشنی ڈالتے ہیں۔ یہی سبب ہے کہ اس موضوع پر بحث چالیس سے زائد صفحات پر محیط ہے۔(۲۳) جس میں انہوں نے تفصیل سے بیان کیا ہے کہ مسلمانوں نے غلاموں کے لئے ترقی کی راہیں کھول دی تھیں۔ پھر وہ اس نکتے پر بحث کرتے ہیں کہ عرب جب سیاسی الجھنوں کا شکار ہوئے تو موالی اور غلام خدمت قرآن وحدیث میں مصروف ہو گئے۔ یہ ہی سبب ہے کہ انہیں اس معاشرے میں وہ عزت و وقار حاصل ہوا کہ ذی حیثیت لوگ اور آزاد افراد ان پر رشک کرنے لگے۔ ایک موقع ایسا بھی آیا کہ عرب بھی موالی اور غلاموں کی علمی خدمات سے استفادہ کرنے پر مجبور ہو گئے۔ یہ موالی محض علم اور فضل کے حامل نہ تھے بل کہ کردار کے لحاظ سے بھی عظیم المرتبت تھے اور ان کی دینی جرأت ضرب المثل تھی۔ مولانا گیلانی غلاموں کی اقسام سے بھی بحث کرتے ہیں اور موالی سے تعلق رکھنے والے محدثین کے شوق علم اور ایثار مالی کا بھی تذکرہ کرتے ہیں۔ مولانا گیلانی لکھتے ہیں:

> لوگ سوچتے نہیں ورنہ جن معلومات کی جستجو اور تلاش میں لوگوں کا یہ حال ہو کہ نہ وقت کی ان کو پرواہ ہوتی تھی نہ مال کی، اس راہ میں بڑی سے بڑی قربانی جو دی جا سکتی تھی، دینے والے دے رہے تھے۔ عبدان جن کا تذکرہ شروع کرتے ہوئے الذہبی نے لکھا ہے کہ **الحافظ الامام رحلة الوقت**، خود اپنا حال بیان کرتے تھے کہ اپنے سیکڑوں اساتذہ میں سے صرف ایوب کی حدیثوں کی تلاش میں
>
> **رحلت البصرة ثمانی عشرة مرة (۲۴)**
>
> شہر بصرہ کا اٹھارہ دفعہ میں نے سفر کیا۔
>
> ابو حاتم رازی علل کے امام ہیں، لکھا ہے کہ **رحل و هو امرد**، یعنی سبزہ آغاز ہونے سے پہلے ہی طلب حدیث میں وطن سے نکل پڑے۔ برسوں سفر میں رہتے، وطن واپس لوٹتے اور پھر روانہ ہو جاتے۔ خود ان کا بیان الذہبی نے نقل کیا ہے کہ
>
> **اول ما رحلت اقمت سبع سنین (۲۵)**
>
> پہلی دفعہ جب گھر سے طلبِ حدیث میں نکلا تو سات سال تک سفر ہی میں رہا۔
>
> کہتے تھے کہ شروع میں کتنے میل پیدل چلا، اس کا خیال رکھا، تین ہزار میل تک تو

میں گنتا رہا لیکن پھر گننا چھوڑ دیا۔ پیدل کتنی لمبی لمبی مسافتیں اس راہ میں انہوں نے طے کی تھیں اس کا اندازہ اسی سے کیجئے، خود ہی بیان کرتے تھے کہ

خرجت من البحرين الى المصر ماشيا ثم الى الرملة ماشيا ثم الى طرطوس و لى عشرون سنة (۲۶)

بحرین سے مصر پیدل گیا، پھر رملہ سے طرطوس کا سفر بھی پیدل ہی کیا، اس وقت میری عمر بیس سال کی تھی۔

اطلس اٹھا کر دیکھئے اور اندازہ کیجئے کہ بحرین (عرب) سے مصر، مصر سے رملہ (فلسطین) اور رملہ سے طرطوس کا فاصلہ کتنے ہزار میلوں کا ہے۔ اللہ ہی جانتا ہے کہ اس قسم کے بے سنگ و میل والے سفر میں کن کن حالات سے لوگوں کو گزرنا پڑتا تھا، خصوصا اس زمانے میں جب مواصلات کے موجودہ ذرائع سے دنیا محروم تھی۔ (۲۷)

مولانا اثنائے کلام میں محدثین کے زہد و تقوے کو بھی نمایاں اہمیت دیتے ہیں اور اس کے واقعات بھی اہتمام سے بیان کرتے ہیں۔ (۲۸)

حفظِ حدیث کے سلسلے میں اپنی بات کی وضاحت کے لئے مولانا گیلانی نے تین مقدمات بھی قائم کئے ہیں۔ پہلا مقدمہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

یاد رکھنا چاہئے کہ واقعات کا یاد رکھنا اتنا دشوار نہیں ہے جتنا کہ اقوال و ملفوظات کا۔ واقعات کی حالت تو یہ ہے کہ شاید ہی کوئی آدمی ہوگا جس کے حافظے میں ہزار ہا واقعات کی یاد تازہ نہ ہو۔ (۲۹)

دوسرا مقدمہ یہ ہے کہ خود صحابہ میں بھی زیادہ تر حضرات ایسے ہیں جن سے مروی رویات کی تعداد سو سے زائد نہیں ہے۔ (۳۰)

تیسرا مقدمہ یہ بیان کرتے ہیں کہ بعض صحابہ کو نہایت غیر معمولی قوت حفظ عطا ہوئی تھی، ورنہ زیادہ تر نے محنت اور مشقت کے ذریعے یہ مقام حاصل کیا تھا۔ (۳۱)

ان مقدمات سے مولانا نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ حفاظتِ حدیث اس عہد میں ایک تاریخی واقعہ ہے، جس میں شبہے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

مولانا حفاظت حدیث کی شکلوں پر بحث کرتے ہوئے حفظ اور کتابت کا بھی موازنہ کرتے ہیں، اور یہ ثابت کرتے ہیں کہ محض کتابت کو حفاظت کاملہ کا ذریعہ سمجھنا نادانی ہے۔ (۳۲)

حدیث کے معاملے میں بحث کرتے ہوئے خبر واحد کی بحث بھی ناگزیر ہے۔ مولانا نے اس بحث سے بھی تفصیل کے ساتھ اعتنا کیا ہے۔(۳۳)

مولانا یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ قرن اول میں حکومت کی طرف سے حفاظت و اشاعت حدیث کا اہتمام نہ ہونا مبنی بر مصلحت ہے، پھر مولانا نے اس کی وجوہات پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے، اور اپنے روایتی اسلوب استدلال سے دلائل قائم کئے ہیں۔(۳۴)

مولانا گیلانی کتابت وقلت رواۃ حدیث سے متعلق اعتراضات سے بھی اعتنا کرتے ہیں اور اس موضوع پر تفصیل سے بحث کرنے کے بعد حجیت حدیث کے قرآنی دلائل بیان کر کے یہ موضوع مکمل کرتے ہیں۔(۳۵)

مولانا کی کتاب کا ایک بہت بڑا حصہ تاریخ تدوین حدیث سے متعلق مباحث کا احاطہ کرتا ہے۔ یہ حصہ خصوصیت کے ساتھ لائق مطالعہ ہے جس میں انہوں نے عہدِ نبوی میں تدوین حدیث کے مباحث سے لے کر عہدِ مرتضوی تک تدوین حدیث کی تاریخ بیان کی ہے۔

جیسا کہ مولانا کے قلم کا عام اسلوب ہے وہ ضمنی مباحث کو بھی ساتھ ساتھ بیان کرتے ہوئے چلتے ہیں، یہاں پر بھی انہوں نے درمیان میں صحابیت کی بھی بحث کی ہے، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عہد میں ہونے والے بعض حادثات بیان کرتے ہوئے انہیں صحابیت اور حدیث رسول کے خلاف پہلا ناپاک اقدام قرار دیا ہے۔ مولانا گیلانی اپنی بحث کو سمیٹتے ہوئے ایک مقام پر لکھتے ہیں:

> صحابیت کی قوت کا اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم سے جو تعلق تھا کیا وہ کسی بحث و تحقیق کا محتاج تھا؟ جن لوگوں میں اس بدیہی حقیقت کے متعلق شک واشتباہ وہ پیدا کرنا چاہتے تھے، گو خود صحابی نہ تھے لیکن ان کی بڑی تعداد صحابہ کی دیکھنے والی تھی یا کم از کم صحابہ کے دیکھنے والوں سے ان کے حالات تواتر کی شکل میں ہر ایک کے کانوں تک پہنچے ہوئے تھے۔ ساری فضا اس وقت کی صحابیت کی اس وقت کی گونج سے معمور تھی۔ یقیناً جس نصب العین کو وہ لے کر اٹھے تھے، کامیاب ہو جانے کے بعد اسلام کی فاش شکست پر ان کی یہ کوشش منتج ہوتی۔ خدانہ خواستہ اگر یہ ہو جاتا تو پہلی صدی ہجری میں جیسا کہ ان بداندیشوں نے سوچا تھا اسلام کا سارا ایوان سر بہ سجود ہو کر رہ جاتا، گویا شروع ہونے کے ساتھ ہی اسلام کی تاریخ ہمیشہ کے لئے اسی وقت ختم ہو جاتی، اس لئے اس کی تو داد دینی پڑتی ہے ہے کہ تاکنے والوں نے ٹھیک

اسی بنیادی اساس کو ضرب لگانے کے لئے تاکا تھا جس پر ضرب لگانے میں کام یاب ہو جانے کے بعد وہ بازی جیت لیتے۔

لیکن جیسا کہ میں نے عرض کیا دن کی کھلی روشنی میں خواہ دیکھنے والے جیسے کچھ بھی ہوں ان کی آنکھوں میں خاک جھونک کر یہ باور کرا دینا کہ آفتاب غروب ہو چکا ہے اور بہ جائے دن کے رات آگئی ہے کوئی آسان بات نہ تھی، آخر مغالطی مقدمات کی اثر اندازی بھی ایک خاص حد تک محدود ہوتی ہے، آپ لاکھ نفسیاتی کرتبوں سے کام لیتے ہوئے چلے آیئے، لیکن آنکھیں کھولے جو چمکتے ہوئے آفتاب کو دیکھ رہا ہے اس کو یہ باور کرانے میں کیا آپ کام یاب ہو سکتے ہیں؟ آدمی بہ ہر حال آدمی ہے، چوپایہ اور جانور نہیں ہے، خصوصاً شکار کھیلنے والے جن میں شکار کھیلنا چاہتے تھے مسلمان تھے اور غیر منافق مخلص مسلمان تھے۔(۳۶)

مولانا اس عہد میں گھڑی جانے والی جھوٹی روایات کو بھی اسی تناظر میں دیکھتے ہیں، ان کا کہنا ہے کہ صحابیت کے خلاف سازشوں اور جھوٹی روایتوں کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔ مولانا اپنی بات کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

خلاصہ یہ ہے کہ تاریخِ اسلام کے یہ دونوں انقلابی حوادث یعنی صحابیت کے خلاف جو طوفان اٹھایا گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر کر کے جھوٹی حدیثوں کا جو دھواں اسلامی فضا میں پھیلایا گیا، اگر چہ بہ ظاہر دیکھنے میں یہ دونوں حادثے الگ الگ حادثے نظر آتے ہیں، مطالعہ کرنے والے بھی ان دونوں حوادث کا مطالعہ اسی طریقے سے کرتے چلے آئے ہیں کہ ایک کا دوسرے سے گویا کوئی تعلق نہ تھا لیکن اور کچھ نہیں صرف یہی بات کہ ان دونوں انقلابی حوادث کی ابتدا کی تاریخ درج کرتے ہوئے حافظ ابن حجر نے لسان المیز ان میں لکھا تھا کہ دونوں کی ابتدا ایک ہی سرچشمے سے ہوئی تھی، میرے نزدیک تو دونوں حوادث کے باہمی تعلق کے سمجھنے کے لئے یہی واقعہ کافی تھا۔

لسان المیز ان اٹھا کر دیکھئے، عبداللہ بن سبا کا ذکر کرتے ہوئے حافظ ابن حجر نے جہاں یہ لکھا ہے کہ صحابیت کے خلاف وہ طوفانِ عام جس میں ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کو شریک کر لیا گیا تھا بل کہ بنیاد ہی اس پر رکھی گئی تھی کہ ان ہی دونوں نے پیغمبر صلی

اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کی منشا کے خلاف کاروبار شروع کیا اور صحابہ کی عمومیت نے ان کا ساتھ دیا، گویا بنیادی الزام ان ہی دونوں پر لگایا گیا تھا۔ اس واقعے کے ذکر کے بعد تصریح کی ہے کہ

کان عبد اللہ بن سبا اول من اظهر ذلك (۳۷)

عبداللہ بن سبا ہی پہلا آدمی تھا جس نے اس خیال کو ظاہر کیا۔

جس کا مطلب یہی ہوا کہ صحابیت کے خلاف جس نے سب سے پہلے مخالفانہ باتیں شروع کیں وہ بھی یہی عبداللہ بن سبا تھا اور اسی کے ساتھ حافظ ہی نے عامر شعبی کے حوالے سے ان کا دعویٰ نقل کیا ہے کہ

اول من كذب عبد اللہ بن سبا (۳۸)

اور سب سے پہلے جو جھوٹ بولا (یعنی جھوٹی حدیث بنائی) وہ عبداللہ بن سبا ہی تھا۔

دونوں انقلابی حادثوں کی اولیت کا اسی ایک شخص میں جمع ہونا یقیناً کوئی اتفاقی واقعہ نہ تھا بل کہ ایک کی تکمیل کے لئے دوسرے کا وجود ناگزیر تھا۔ (۳۹)

مولانا مناظر احسن گیلانی کی ''تدوین حدیث'' کے اس مختصر تعارف سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ یہ کتاب اپنے موضوع پر امتیازی اہمیت کی حامل ہے، اس موضوع پر موجود عربی واردو کی دیگر کتب کے مقابلے میں یہ کتاب انفرادیت رکھتی ہے۔ یہ انفرادیت کئی نوعیتوں کی ہے۔ اس کتاب کا اسلوب بھی جداگانہ ہے۔ معلومات کے لحاظ سے بھی یہ کتاب منفرد ہے اور قوت وجوش استدلال نے بھی اس کتاب کو امتیازی مقام عطا کر دیا ہے۔

کتاب کے مباحث کو جاننے کے لئے ہم ذیل میں اس کی فہرست درج کر رہے ہیں، تا کہ اس کے مباحث اور مضامین ایک نظر میں سامنے آسکیں۔

فہرست مضامین

☆ دیباچہ از حضرت مؤلف
☆ موضوعِ بحث کی تشریح
☆ حدیث کی حقیقت
☆ عام تاریخ اور فن حدیث

☆ حدیث کی مدرسی تعریف

☆ عام تاریخی ذخیروں سے حدیث کے امتیازات

☆ تدوین حدیث کے قدرتی عوامل

☆ حدیث کے ابتدائی راویوں کی تعداد

☆ کثرتِ تعداد کا روایوں کی وثاقت پر اثر

☆ صحابہ کرامؓ حدیث کے زندہ نسخے تھے

☆ حدیث کا بڑا حصہ متواتر ہے

☆ متابعت وشواہد

☆ حدیث کی کتابی تدوین

☆ عہدِ صحابہ کی مدت

☆ محدثین کے حافظے میں شک اور پھر اس شک کی بنا پر انکارِ حدیث حیرت انگیز ہے

☆ حضرت ابو ہریرہؓ کے حافظے کی تاریخی توثیق

☆ ابن راہویہ کی قوتِ یادداشت

☆ ابوزرعہ کی قوتِ یادداشت

☆ تحفظ حدیث کی اہمیت پر حدیثی استدلال

☆ تابعین کا طریق حفظ

☆ قرآن کی طرح حدیث کے بھی حفظ کا اہتمام تھا۔

☆ ''حفاظِ حدیث'' کی تیاری میں احتیاطیں

☆ ہمارے اگلوں کا حافظہ ہم سے کہیں زیادہ قوی تھا۔

☆ قتادہ کا دعویٰ اور اس کی تشریح

☆ حدیث کا سارا دارومدار قوتِ حافظہ ہی پر نہیں ہے

☆ اس دور میں دنیوی ترقی بھی علومِ دینی کی خدمت پر مبنی تھی۔

☆ آج محرکاتِ عمل مال، جاہ اور باہ ہیں اور خیر القرون میں محض حب الٰہی اور حب رسول ﷺ کے پاک جذبات تھے

☆ قرونِ اول میں ''علم'' کے معنی ہی حدیث کے تھے

☆اس حصولِ علم کے لئے مالی قربانیاں
☆تقریباً سارے محدثین بے مزد خدمت حدیث میں مشغول رہے
☆تدوینِ حدیث کا ماحول اور مسئلہ غلامی کی حقیقت
☆مسلمان غلاموں کے لئے ترقی کی ساری راہیں کھلی تھیں
☆عرب سیاسی الجھنوں میں پڑ گئے تو موالی قرآن وحدیث کی خدمت میں لگ گئے
☆ابنِ شہاب، زہری اور عبدالملک کا تاریخی مکالمہ
☆عرب بھی موالی کی علمی خدمات سے مستفید ہونے پر مجبور تھے
☆موالی علماء کی دینی جرات
☆موالی کے اقسام
☆موالی محدثین کا بے نظیر شوقِ علمی اور ایثارِ مالی
☆محدثین علم حدیث کی خدمات کو شب بیداری سے افضل سمجھتے تھے
☆احتیاط کا حال
☆محدثین کے زہد وتقویٰ کی چند مثالیں
☆حدیث کے سلسلے میں تین ضروری مقدمات
☆عہدِ صحابہ اور مصنفین صحاح کے درمیانی دور میں حفاظت
☆حفاظت اور کتابت
☆محض کتابت کو حفاظت کاملہ کا ذریعہ سمجھنا نادانی ہے
☆خبر آحاد کا درجہ
☆قرنِ اول میں حکومت کی طرف سے حفاظت واشاعت حدیث کا اہتمام نہ ہونا کوئی امر اتفاقی نہیں بل کہ مبنی بر مصلحت ہے
☆مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا قول
☆کتابت وقلت رواۃ حدیث سے متعلقہ بعض اعتراضات کا جواب
☆آغازِ اسلام میں خاص افراد تک روایتوں کے محدود رہنے کی حکمت
☆ممانعت تحریر حدیث کی روایت خود تحریر حدیث پر دلالت کرتی ہے
☆مذکورہ بالا ارشادِ نبوی کی حقیقت

☆ کتابتِ حدیث کی روایات و دلائل
☆ عمومی طور پر انکار حدیث سے
☆ انکارِ حدیث کی نبوی پیشین گوئی
☆ حکم تحریر حدیث اور عصمت نبوی ﷺ
☆ قرآن کو کافی سمجھنے کا مغالطہ۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور ایک خاتون کا سبق آموز واقعہ
☆ حجیت حدیث کے چند قرآنی دلائل
☆ تاریخ تدوینِ حدیث
☆ آنحضرت ﷺ کے دور میں تدوینِ حدیث
☆ آنحضرت ﷺ سے روایت کرنے والوں کی تعداد
☆ عہدِ صدیقی اور تدوینِ حدیث
☆ اپنے ذخیرۂ حدیث کو جلا کر سنت نبوی اور مصلحت پیغمبری کی تجدید کی
☆ تحقیق حدیث کے لئے اصولِ شہادت کی بنیاد حضرت ابوبکرؓ نے رکھی۔
☆ تدوینِ حدیث کی تاریخ میں حضرت ابوبکرؓ کی ایک اور اہم خدمت
☆ حدیث سے متعلق عہد صدیقی کا ایک اہم وثیقہ اور اس پر مبسوط حدیث
☆ عہدِ فاروقی اور تدوینِ حدیث
☆ حضرت عمرؓ کی روایات کی تعداد
☆ حضرت عمرؓ کثرتِ روایات سے منع فرمانے کا مقصود
☆ البینات کے متعلق اختلاف
☆ تدوینِ حدیث کا خیال لیکن پھر بربنائے مصلحت تامل
☆ عہدِ عثمانی اور تدوین حدیث
☆ عہد مرتضوی اور تدوینِ حدیث
☆ صحابیت اور حدیثِ رسول کے خلاف پہلا ناپاک اقدام
☆ عہدِ عثمانی میں اس تحریک کے زور پکڑنے کی وجہ
☆ عہدِ مرتضوی میں اس کو ختم کرنے کی کوشش
☆ فتنہ سبائی کے بعد حدیث کی روایت میں احتیاطی اصول

اوپر بیان کی گئی فہرست تو وہ ہے جو تدوین حدیث کے آغاز میں شامل ہے، اس فہرست سے محتویات کتاب کا کسی حد تک ضرور اندازہ کیا جا سکتا ہے، لیکن کتاب کے مضامین کے مکمل تعارف کے لئے یہ فہرست قطعی طور پر ناکافی ہے، بالکل اسی طرح جیسا کہ مولانا گیلانی کی دیگر کتب کی فہرستیں بھی اس ضمن میں کافی نہیں ہیں، اس کا سبب جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے مولانا کا خاص اسلوب ہے، جس کے تحت وہ بات سے بات نکالتے اور بیان کرتے چلے جاتے ہیں، ان کی تحریر کے ایک ہی جملے اور ایک ہی پیرے میں بعض اوقات کئی کئی مباحث ساتھ ساتھ چل رہے ہوتے ہیں۔ اس لئے ان کی تحریروں کی سرخیاں بنانا اور ذیلی عناوین مقرر کرنا مشکل ترین کام ہے، اس کے لئے زیادہ ضروری امر یہ ہے کہ پوری کتاب کا (اور مولانا کی دیگر تمام کتب کا بھی) اشاریہ مرتب کیا جائے، راقم نے اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے بہ طور مثال پوری کتاب کے چند مزید عنوانات مرتب کئے ہیں، صفحہ نمبر کے لئے مکتبۃ العلم کی اشاعت کو مدنظر رکھا گیا ہے، اسے راقم نے توضیحی فہرست کا نام دیا ہے، اور جیسا کہ ابھی لکھا گیا ہے کہ یہ محض مثال ہے، یہ اب ت ث کی ترتیب پر مرتب کی گئی ہے۔

توضیحی فہرست

ابلاغ مسلسل کا حکم اور عمل، ۷۱

ابلاغ و تبلیغ کی اہمیت، ۷۲۔

احادیث کی صحیح تعداد، ۶۰۶، ۶۷۵، ۶۷۴

اصحابِ علی

البینات کی تفصیل، ۴۷۷، ۴۹۵۔۴۹۸

اہل علم کی قوت حفظ، ۱۶۶، ۱۶۸۔

بائبل کی صحت، ۵۱۹

بدعت کے بارے میں ایک نفیس نکتہ، ۵۰۷

بعض صحابہ سے قلتِ روایات کا سبب، ۴۷۶، ۴۹۳

تاریخ کے ساتھ ظلم، ۶۸

تاریخ و حدیث کا تقابل، ۹۰

تاریخی مغالطے، ص ۶۲

رسول اللہ ﷺ کی طرف سے تعمیل احکام کی نگرانی

تقدیر کا مسئلہ، ۵۱۳

تکبیرات جنازہ، ۵۰۵

تیمم، ۴۸۶

جاہلیت کا مفہوم، غلط فہمی، ۹۷

حدیث بیان کرتے ہوئے صحابہ کی کیفیت، ۶۱

حدیث گھڑنے والوں کا انجام، ۵۷۹

حضرت علیؓ کی رائے، ۵۸۷
حلت وحرمت کے اقوال کا محاکمہ، ۵۰۳
خلفا وامرا کا ذوقِ علم، ۱۷۸، ۱۷۹
خوارج، ۵۷۳
دابۃ الارض۔ ۶۰۰
دین کا بنیاتی حصہ۔ ۴۷۹، ۴۹۴
رسول اللہ ﷺ کے بعد جو صحابہ زندہ رہے، ۱۳۶
سب سے جھوٹی حدیث جس نے گھڑی، ۵۷۲
سماع موتی، ۵۶۷
سنتؔ کی پیروی، ۱۰۶، ۱۰۷
سنت وحدیث کی ضرورت واہمیت، ۴۷۸
شیخین (حضرت ابوبکر وعمرؓ) کے بارے میں
صحابہ کی عدالت وثقاہت، ۵۶۵، ۵۶۶
صحابہ کے خلاف تحریک۔ ۵۷۸
صحابیت اور مقام صحابہ، ۵۶۳، ۵۶۴
صحفیۂ علیؓ ۱۶۲
طاعون کے بارے میں، ۵۱۲
عالم حکم رانوں کی دینی حمیت، ۲۲۵
عذابِ قبر، ۵۲۸
عقیدۂ رجعت، ۶۰۲، ۶۰۴
علم کے لئے اسلاف کے کثرتِ اسفار، ۲۰۲، ۲۰۱، ۲۳۷
علم وتقویٰ، ۲۰۷، ۲۰۸
علما کا ذوقِ عبادت، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۵، ۲۴۹، ۲۷
علما کی عزت افزائی، حکم رانوں کی جانب سے، ۱۷۸
عہد صحابہ میں بحث وتنقید کی آزادی، ۵۶۸
غربت میں رہنے والے اہلِ علم، ۱۹۳، ۲۲۳۔ ۵۲۵۔
غلاموں کے کارنامے، ۲۰۳، ۲۴۲۔
غیر مسلموں کے اقوال مختلف شہادتوں میں، ۹۱، ۷۷، ۱۱۱۔
فروغِ علم اور حضرت علیؓ، ۵۸۹
کتابت حدیث، ۱۲۳، ۵۱۵، ۵۵۲، ۵۲۳، ۵۲۴
کتابوں کا ذخیرہ، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷۔
متعہ کی بحث، ۵۰۲۔
مسلمانوں کا شوقِ علم، ۲۰۴، ۲۰۲، ۸۰۵، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰۔۱۰۲

جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے کہ یہ فہرست بھی حتمی نہیں ہے ہاں کام کے آغاز کی ایک بنیاد ضرور فراہم کرتی ہے اور یہی اس فہرست کا ایک مقصد ہے، اصل مقصد ''تدوین حدیث'' کے مضامین ومباحث کی وسعت کو بیان کرنا ہے، تا کہ اس کی اہمیت کا کسی حد تک اندازہ ہو سکے۔

تدوینِ حدیث کا امتیاز

مولانا مناظر احسن گیلانی کی ''تدوین حدیث''. اپنے موضوع پر یقیناً ایک اہم کتاب ہے، اور علمی وعوامی حلقوں میں اس کا وسیع تعارف اور اسے حاصل ہونے والی مقبولیت اس کی اہم دلیل ہیں، لیکن دو وجوہ سے یہ کتاب اپنے موضوع پر معاصر کتب میں سب پر فوقیت رکھتی ہے، ایک اس کا اسلوب، موضوع زیر بحث پر اس کی گرفت، متعلقہ مباحث اور اس میں پیش کیا جانے والا مواد اور معلومات معلومات ہیں، اس اعتبار سے کوئی دوسری کتاب اس کی مثال میں پیش نہیں کی جاسکتی، دوسرے اسے اولیت اور اپنے موضوع پر پہلی مبسوط جامع ومفصل کتاب ہونے کا شرف بھی حاصل ہے، اور الفضل للمتقدم کے بہ موجب اس سے یہ اعزاز کوئی دوسرا حاصل نہیں کرسکتا۔

حرفِ آخر

مولانا مناظر احسن گیلانی اور ان کی تالیف لطیف ''تدوینِ حدیث'' کے بارے میں ان چند سطور میں موجود اور دست یاب معلومات کو ایک سلسلۂ تحریر میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے، کتاب اور صاحب کتاب دونوں کا مقام ومرتبہ ان سطور کے حقیر و بے علم وعمل مرتب سے بہت بلند وبالا ہے، اس لئے یہ تصور بھی نہیں کیا جاسکتا کہ محررِ سطور سے کتاب یا صاحبِ کتاب کا حق ادا ہوسکا ہے، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سطور کو کسی نہ کسی درجے میں مفید بنادے۔ آمین

حواشی حوالہ جات

۱۔مجلس علمی کی تاریخ پر جناب ڈاکٹر نثار احمد کا مقالہ اہم دستاویز ہے۔

۲۔کتاب کی اولین اشاعت کے آغاز میں مرتب کتاب غلام محمد صاحب نے کل من علیھا فان کے عنوان کے تحت ایک تحریر لکھی تھی، اس کے صفحہ اول کے حاشیے پر انہوں نے لکھا تھا:

''ناظم مجلس علمی کراچی (مولانا طاسین صاحب) جن کی تحریک اور خصوصی توجہ سے ''تدوین حدیث'' کی کتاب مجلس علمی کی طرف سے شائع ہوسکی، جزاہ اللہ عن جمیع المسلمین احسن الجزاء''۔

۳۔تدوین حدیث/مجلس علمی، کراچی/عرض ناشر۔

۴۔غلام محمد/کل من علیھا فان....../تدوین حدیث،

۵۔ایضاً

۶۔ایضاً

۷۔ڈاکٹر صاحب کا یہ مضمون ابتدائی طور پر اختر راہی کے قلمی نام سے سہ ماہی المعارف لاہور کے ستمبر ۱۹۸۰ء کے شمارے میں شائع ہوا تھا۔

۸۔عرض ناشر/تدوین حدیث/اشاعت مجلسِ علمی کراچی۔

۹۔سفیر اختر/ص ۲۷۔

۱۰۔مثلاً ادارہ دعوت الحق، حیدر آباد۔

۱۱۔سفیر اختر/ص ۲۷۔

۱۲۔مکتوب بنام مولوی غلام محمد/تدوین حدیث/زیر عنوان کل من علیھا فان۔

۱۳۔تدوینِ حدیث/مکتبہ العلم/ص ۶۲۴۔

۱۴۔شاہ جہاں پوری/ص ۵۶

۱۵۔ تدرین حدیث۔مکتبہ اسحاقیہ:ص ۴۸، ۴۹

۱۶۔ ایضاً:ص ۵۴، ۶۰

۱۷۔ ایضا:ص ۶۵، ۶۸

۱۸۔ ایضاً:ص ۷۱، ۷۲

۱۹۔ ایضاً:۹۲

۲۰۔ ابن سعد/الطبقات:ج ۱،ص ۳۴۵

۲۱۔ ایضاً:ص ۱۰۴

۲۲۔ ایضاً:ص ۱۰۴ تا ۱۱۶

۲۳۔ ایضاً:ص ۱۱۶ تا ۱۵۸

۲۴۔ ذہبی، تذکرہ/ج ۲، ص ۲۳۳

۲۵۔ ذہبی، تذکرہ:ج ۲، ص ۱۳۲

۲۶۔ ذہبی، تذکرہ، ج ۲، ص ۱۳۲

۲۷۔ تدوین حدیث:ص ۱۴۷، ۱۴۸

۲۸۔ ایضاً:ص ۱۶۶، ۱۷۶

۲۹۔ ایضاً:ص ۱۷۶

۳۰۔ ایضاً: ص ۱۷۷

۳۱۔ ایضاً: ص ۱۸۰

۳۲۔ ایضاً: ص ۱۹۱

۳۳۔ ایضاً: ص ۲۰۰

۳۴۔ ایضاً: ص ۲۰۹

۳۵۔ ایضاً: ص ۲۲۹، ۲۵۶

۳۶۔ تدوین حدیث: ص ۴۲۶، ۴۲۷

۳۷۔ ابن حجر، لسان المیزان: ج ۳، ص ۲۹۰

۳۸۔ ابن حجر، لسان المیزان: ج ۳، ص ۲۸۹

۳۹۔ تدوین حدیث: ص ۴۳۳، ۴۳۴

اخلاق محمد ﷺ۔ قرآن حکیم کے آئینے میں

ڈاکٹر سید محمد ابوالخیر کشفیؒ

صفحات: ۳۸۴

دارالاشاعت

اردو بازار۔ کراچی

ناموں کے بارے میں اسوۂ رسول ﷺ

مولانا محمد ابراہیم فیضی

صفحات: ۱۷۶

مکتبہ فیض القرآن

اردو بازار، کراچی، فون ۳۲۲۱۷۷۶۰۔۰۲۱